مختصر مضمون

اردو میں مختصر مضمون نگاری کا آغاز سرسیّد سے ہوتا ہے۔ انھوں نے اس صنف کو سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بعد مضمون نگاری بھی ایک صنف کی حیثیت سے رائج ہوگئی۔ سماجی موضوعات کے علاوہ علمی، ادبی، فلسفیانہ اور دیگر موضوعات پر بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ حالؔی، شبلؔی، محمد حسین آزاؔد، نذیر احمد، میر ناصر علی، نیاز فتحپوری، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، ابوالکلام آزاؔد، خواجہ غلام السیّدین وغیرہ اردو کے اہم مضمون نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔

مختصر مضمون کی ایک شکل انشائیہ کہلاتی ہے۔ انشائیہ اور مضمون میں کوئی خاص فرق نہیں۔ لیکن عام طور پر انشائیہ میں مزاح اور طنز یا خوش مزاجی کا رنگ ہوتا ہے اور انشائیہ نگار اکثر باتیں اپنے حوالے سے، یا اکثر اپنے ہی بارے میں، بیان کرتا ہے۔

© NCERT not to be republished

عبدالحلیم شرؔر

(1860ء – 1926ء)

عبدالحلیم نام اور شرؔر تخلص تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی۔ بعد میں ان کے والد حکیم تفضّل حسین نے ان کو کلکتہ مٹیا بُرج بُلا لیا۔ یہاں حکیم صاحب، واجد علی شاہ کی ملازمت میں تھے۔ اہلِ علم کا بھی اچھا مجمع تھا، شرؔر کی علمی نشو ونما یہیں ہوئی۔ انھوں نے اُردو، فارسی، انگریزی اور عربی میں مہارت حاصل کر لی۔ 1870ء میں شرؔر کو پھر لکھنؤ واپس آنا پڑا۔

لکھنؤ آکر شرؔر نے اپنا علمی مشغلہ برابر جاری رکھا، مختلف اہلِ کمال سے فیض حاصل کرتے رہے۔ 1879ء میں وہ مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ دہلی پہنچ کر شرؔر نے نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

دہلی سے لکھنؤ واپس آنے کے بعد 1881ء میں انھوں نے 'اودھ اخبار' کی ملازمت کر لی جس میں برابر مضامین لکھتے رہے۔ 1887ء میں شرؔر نے اپنا رسالہ 'دل گداز' جاری کیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس رسالے میں ان کے ناول 'ملک العزیز ورجنا'، 'حسن انجلینا'، 'منصور موہنا' قسط وار شائع ہونے لگے۔ کچھ مدت بعد مالی تنگیوں کی وجہ سے ان کو حیدرآباد جانا پڑا۔ یہاں رہ کر انھوں نے تاریخِ سندھ لکھنی شروع کی۔ نواب وقارالامرا نے ان کی قدردانی کی اور اپنے بیٹے کے ساتھ 1893ء میں انگلستان بھیج دیا جہاں تین سال تک قیام رہا اور انھوں نے فرانسیسی زبان بھی سیکھ لی۔ واپس آکر حیدرآباد سے 'دل گداز' جاری کیا۔ 1909ء میں وہ لکھنؤ واپس آگئے اور انھوں نے یہیں وفات پائی۔

© NCERT not to be republished

عبدالحلیم شررؔ نے اردو میں تاریخی ناول کی ابتدا کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ڈرامے بھی لکھے جن میں ایک منظوم ڈراما بھی تھا۔ ''گذشتہ لکھنؤ'' نامی کتاب میں انھوں نے نوابی لکھنؤ کے آخری زمانے کی تہذیب کا بہت دلچسپ اور معلومات افروز مرقع پیش کیا ہے۔

© NCERT not to be republished

دیہات کی زندگی

اے شہر کے عالی شان محلوں میں رہنے والو! تمھیں نہیں معلوم کہ دیہات کے رہنے والے دنیا کا کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ تم ایک منزلِ عشرت میں ہو۔ عالم کی نیرنگیاں تمھاری نظر سے بہت کم گزرتی ہیں۔ جس مقام پر تم ہو وہاں صبح و شام کی مختلف کیفیتیں بھی اپنا پورا پورا اثر نہیں دکھا سکتیں۔ تمھیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ آفتاب کب نکلا اور کب غروب ہوا۔ ہوا کس طرف کی چلی اور کیا بہار دکھا گئی۔ مگر غریب دیہات والے جنھیں تم اکثر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو وہ ان امور کا ہر وقت اندازہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر صبح انھیں ایک نیا لطف دیتی ہے اور ہر شام سے انھیں ایک نئی راحت نصیب ہوتی ہے۔

گاؤں کے جفاکش رہنے والے، صبح کے تارے ہنوز جھلملانے بھی نہیں پاتے کہ وہ اپنی رات کی راحت سے اکتا چکتے ہیں، ایسے وقت میں نسیم کے خوشگوار اور نازک جھونکے آتے ہیں اور بڑے ادب کے ساتھ انھیں جگانے لگتے ہیں۔ اس وقت ان کے ناز اور بادِ سحر کے نیاز دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ صبح کی ہوا نہایت شگفتگی کے ساتھ جگاتی ہے اور وہ نہیں جاگتے۔ صرف کروٹیں بدل بدل کر رہ جاتے ہیں۔ بادِ سحر یوں ہی اصرار کرتی ہوتی ہے کہ صبح کے نقیب مرغانِ سحر اٹھتے ہیں اور انھیں اٹھاتے ہیں۔ غریب محنت پسند لوگ تازہ دم اٹھ بیٹھتے ہیں۔ وقت کی کیفیتوں کو نہایت غور سے بڑے لطف کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ جھونپڑیوں سے باہر نکلے، آسمان کو دیکھا جس میں تارے جھلملا رہے تھے۔ افقِ مشرق پر نظر ڈالی جو رات بھر کے چمکے ہوئے تاروں پر غالب آئی جاتی تھی۔ کچھ کچھ نمودار ہونے والے درختوں کو دیکھا جن پر چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ یہ سماں انھیں اپنی خوبیاں دکھا کر بے خود کرنے کو تھا کہ انھوں نے اپنے دن کے

کام کو یاد کیا۔ آگے بڑھے اور رات کی دبی ہوئی آگ پر گری ہوئی پتّیاں جمع کر کے آگ جلائی۔ تاپ تاپ کے افسردہ ہاتھ پاؤں کو گرمایا اس کے بعد پاس کے شکستہ جھونپڑے میں جا کے بیل کھولے اور عین اس وقت جب کہ آفتاب کی کھڑی کھڑی کرنیں مشرقی کنارہ آسمان سے اوپر کو چڑھتی نظر آتی ہیں۔ یہ لوگ لمبے لمبے ہلوں کو کاندھے پر رکھ کر کھیت کی طرف روانہ ہوئے۔ کھیتوں کی مینڈوں پر جا رہے ہیں۔ اور زمین کی فیّاضیوں کو کس مسرت اور خوشی کی نظر سے دیکھتے جاتے ہیں۔ ہرے ہرے کھیت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے چلنے سے لہرا رہے ہیں۔ نظر اس خوشگوار سبزی پر عجب لطف کے ساتھ کھیلتی ہوئی دور تک چلی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودے جو خدا کے پاس سے دنیا والوں کی روزی لیے آتے ہیں کس قدر شگفتہ اور بشاش نظر آتے ہیں۔ رات کا برقعہ اڑھا کر آسمان نے انھیں اور زیادہ خوبصورت بنا دیا ہے۔ کیونکہ تاروں کی چھاؤں میں اس وقت ان کی نازک اور چھوٹی پتّیوں پر شبنم کے موتی جھلک رہے ہیں ایک عالمِ جواہر ہے جس پر جھلملاتے ہوئے تاروں کی شعاعیں خدا جانے کیا کیفیتیں دکھا رہی ہیں۔ ان جفاکشوں نے اس وسیع میدان کو نہایت شوق سے دیکھا جو اس وقت تو صرف ان کی نظر ہی کو خوش کرتا ہے مگر اصل میں قدرت کے ہدیے اور نیچر کے تحفے ہر جاندار کو اس کی فیّاضیوں سے ملتے ہیں۔ یہ لوگ کھیتوں میں پہنچ کر اپنی غفلت پر نادم ہو گئے کیونکہ اور لوگ ان سے پیشتر پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ تر و تازہ کھیتوں میں منتشر ہو گئے۔ آفتاب کی کرنوں نے جو امیر غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے کھیتوں کی مینڈوں اور کنوؤں کے کناروں پر ان کا خیر مقدم کیا۔

اب یہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں کہ نیچر کے جذبات بھی ان پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے اور قدرت کی بہار بھی ان کی دل فریبی کرنے سے عاجز ہے۔ وہ ہرا ہرا سبزہ زار، وہ سہانا سماں، وہ صبح کی بہار۔ وہ تر و تازہ ہوا وہ اُجلی کرنیں، ایسی چیزیں ہیں جن کا شوق اکثر بے چین طبیعت والوں کو شہروں سے باہر کھینچ کر لے جایا کرتا ہے۔ بار بار ہم پر ایسی وحشت سوار ہوتی ہے کہ گھر سے دو تین کوس تک نکل گئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنے روزانہ کے کاموں میں ایسے مصروف ہیں کہ ان

کیفیتوں کو آنکھ اٹھا کرنہیں دیکھتے، زمین کی اس استعداد کے بڑھانے میں دل وجان سے ساعی ہیں جو صرف ان کے لیے نہیں تمام دنیا کے لیے مفید ہے۔ جان توڑ کر محنت کر رہے ہیں۔ غریب کم قوّت بیل جو شاید رزق رسانیِ عالم کی فکر میں دُبلے ہوگئے ہیں ان کے ہاتھوں کی مار کھاتے ہیں اور زمین کو پیداوار کے قابل بناتے چلے جاتے ہیں۔ اپنی محنت آسان کرنے کے لیے یہ لوگ نہایت دردناک آواز میں کچھ گاتے جاتے ہیں اور ان کی آواز کھلے میدان میں گونج گونج کر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی جاتی ہے، کنوؤں کے کنارے والے پانی نکال نکال کر زمین کو سیراب اور چھوٹے چھوٹے درختوں کو زندہ کر رہے ہیں۔ دیکھو وہ کس شوق سے اس بات کے منتظر ہیں کہ ڈول اوپر آئے اور انڈیلیں اور جس وقت ڈول ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے کس جوش کے عالم میں چلّا اٹھتے ہیں۔ پانی ان کی بڑی دولت ہے جس کی امید میں وہ آرزومند بن کر کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی کنوؤں کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آفتاب پوری بلندی پر پہنچ کر نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور جُھکتے جُھکتے افق مغرب کے قریب پہنچتے وقت باغِ عالم کی دلچسپیوں سے رخصت ہونے کے خیال میں زرد پڑ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آفتاب کی حالت اور وضع میں اختلاف ہوجاتے ہیں۔ مگر یہ نہ تھکنے والے اور دُھن کے پکّے دہقان ایک ہی وضع اور ایک ہی صورت سے اپنا کام کیے جاتے ہیں۔ نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقّت انھیں ماندہ کرتی ہے۔ نہ دھوپ سے پریشان ہوتے ہیں نہ کام کرنے سے اُکتاتے ہیں۔ الغرض آفتاب غروب ہوتا ہے، دن ان سے رخصت ہوتا ہے اور یہ شام کی دلفریب کیفیتوں کا لطف بخوبی دیکھ کر یہ اُمّید لگا کر کہ کل کھیتوں کو آج سے زیادہ تروتازہ پائیں گے اپنے کھیتوں سے رخصت ہوتے ہیں۔ خوش خوش اس کچّے اور کم حیثیت گھر میں آتے ہیں جسے ہم نہایت ذلّت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ بی بی، غریبی کا کھانا اور فصل کے مناسب، غذا ان کے سامنے لا کر رکھ دیتی ہے اور یہ دل سے خدا کا شکر ادا کر کے کھاتے ہیں اور دوسرے دن کی محنت کا خیال کر کے اپنے تئیں سویرے ہی سُلا دیتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس وقت شہروں کے پہر، دن چڑھے تک

سونے والے سیہ کار اپنی شرمناک زندگی کے بُرے نمونے دکھانے کے لیے جاگتے ہیں۔ زاہد نمازِ عشا پڑھ کے سو چکا ہے۔ بے فکرے گپیں اڑا رہے ہیں۔ شعرا مضمون آفرینی کی فکر میں ہیں۔ امراء کے محلوں میں کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ بچّے کہانیاں سن رہے ہیں۔ طلباء کتاب پر جُھکے ہوئے ہیں۔ میکش وہ پیاس بجھا رہے ہیں جو کمبخت نہیں بجھتی ہے۔ سیہ کار بدکاری کی دھن میں شہر کی سڑکیں اور گلیاں چھان رہا ہے اور جفاکش عجب میٹھی نیند میں غافل ہو گئے ہیں تاکہ تڑکے آنکھ کُھلے۔ یہ پچھلا اطمینان اور یہ سچّی آسائش بے شک حسد کے قابل ہیں۔

گاؤں عموماً قدرت کا سچّی جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ وہاں کے سین اپنی سادگی اور دل فریب کیفیتوں کے ساتھ انتہا سے زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں۔ اے شہر کے نازک خیال اور چابکدست کاریگرو! وہاں تمھاری صنّاعیوں کی بالکل قدر نہیں۔ وہاں صرف قدرت کی کاری گری عزّت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور خدا کی فیّاضیاں بڑی کامیابی اور نہایت شوق کے ساتھ پسند کی جاتی ہیں۔ ان کی خوشی کا پیمانہ بہت چھوٹا اور تنگ ہے۔ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں خوش ہو جاتے ہیں اور ادنیٰ مسرّت ان کی دل فریبی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ وہ لہلہاتے ہوئے سبزہ زار جنھیں وہ روز صبح وشام آتے جاتے وقت دیکھا کرتے ہیں۔ ان کے مسرور کر دینے کے لیے بہت کافی ہیں۔ وہ تر و تازہ کھیت جن سے زیادہ پیداوار کی امید ہے ان کی خوشی کو اعتدال سے زیادہ بڑھا دیا کرتے ہیں۔ دیہات کا چودھری اگرچہ اس کی حکومت چند کچّے اور ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور ایک وسیع میدان پر محدود ہے مگر اپنے حلقہ کا پورا بادشاہ ہے۔ اس کے آگے وہاں کی مختصر آبادی میں ہر ایک کا سر جُھک جاتا ہے۔ اس کے راج کو ہر شخص بلا عذر تسلیم کر لیتا ہے۔ اس کے فیصلوں کی کہیں اپیل بھی نہیں ہوتی۔ مگر باوجود اس حکومت کے دیکھو وہ کس بے تکلفی سے اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ دنیاوی پر تکلف فرش کی ضرورت نہیں۔ میز کرسی کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ قدرت کے سادے فرش اور خدا کی زمین پر اس کا دربار لگا ہوا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کو اپنے رتبہ کے قریب ہی سمجھتا ہے۔ اسی لیے نہ وہ کسی مقام پر بیٹھتا ہے اور نہ گاؤں والے کسی ذلّت کی جگہ پر بیٹھتے ہیں۔ بس یہ

حالت ہے کہ اگر عزّت ہے تو سب کی۔ اس کے گھر میں بھی وہی سامان اور فرنیچر ہے جو اس کے ماتحتوں کے گھر میں ہے۔ پیال اس کا نرم اور آرام دہ بچھونا ہے۔ کچّی مگر صاف اور لپی ہوئی کوٹھریاں اس کی خواب گاہ ہیں۔ جفاکش اور گھر گرہست بہو بیٹیوں کے ہاتھ پاؤں اس کے خادم ہیں کوٹھریوں میں بھرا ہوا غلّہ اس کی دولت ہے۔ چند دبلے اور لاغر مویشی اس کا قیمتی سرمایہ۔ ایک کم حیثیت مکان اس کی کوٹھی ہے اور اِردگرد کے کھیت اور آس پاس کا سبزہ زار اس کا جانفزا باغ ہے۔

گاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قابلِ ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔ ان کی کفایت شعاری کی زندگی کس صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسہ کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکّہ بھی ان میں بہت کم مروّج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رزّاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافتوں ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔ غلّہ اور اناج ان کا سکّہ ہے۔ دنیا کی ہر چیز جو ان کی ضرورتیں رفع کرسکتی ہے، غلّہ کے عوض میں ان کو بہ آسانی اور بہ کفایت مل سکتی ہے۔

غریب دیہاتیوں کی یہ بات اس قابل ہے کہ ہم ان سے ایک کارآمد سبق لیں۔ اتّفاق ان کی قوّت ہے اور باہمی ہمدردی ان کا ہتھیار ہے۔ افلاس اور آفاتِ سماوی بھی کبھی ان کی دشمن ہوجاتی ہے۔ مگر وہ اس ہتھیار کو لے کر اٹھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کھیتوں میں پانی پہنچاتے وقت وہ باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ کھیتوں میں بیج ڈالتے وقت وہ ایک دوسرے کو غلّہ قرض دیتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی فکر اپنے سر لیتے ہیں اور دنیا بھر کے لیے خود مصیبت میں پھنستے ہیں۔ ہم بے فکر ہیں اور اپنی اغراض اور بقائے زندگی کے اسباب بھولے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری طرف سے اس کام کو وہ پورا کرتے ہیں۔ اس جفاکشی کے انعام میں خدا کی طرف سے انھیں جو کچھ ملتا ہے اس میں سے خود بہت کم لیتے ہیں اور سب ہمارے حوالے کردیتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

ایک کسان کی زندگی پر غور کرو اور اس کی سالانہ محنت ومشقّت کا اندازہ کرو کہ کس طرح جان توڑ توڑ کر اور اپنے تئیں مِٹا مِٹا کر جفاکشی پر تُلا رہتا ہے اور اس کے بعد یہ غور کرو کہ وہ کس لیے اس مصیبت میں پڑتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا کا کتنا بڑا ہمدرد ہے اور حُبِّ ملک اس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ بے شک وہ ساری دنیا کے لیے یہ محنت کرتا ہے اور اس سے زیادہ نوعِ انسان کا دوست دنیا بھر میں نہ ملے گا۔

اے ہمدردیٔ قوم کا لفظ بار بار زبان پر لانے والو! اگر اپنی کوششوں کا کچھ نتیجہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان غریب، جفاکش دہقانوں کی پیروی کرو۔ قوم کی کھیتی روز بروز کملاتی جاتی ہے اور چند روز میں بالکل سوکھ جائے گی۔ تمھارا فرض ہے کہ جلدی اُٹھو اور جس طرح ہو سکے اپنی راحت بیچ بیچ کر ان کھیتوں میں پانی پہنچاؤ۔ قومی کھیت کے پودے یعنی موجودہ نسل بھی نہ سنبھلی تو کہیں کے نہ رہو گے۔

عبدالحلیم شرؔر

مشق

لفظ و معنی

عشرت	:	عیش
نیرنگی	:	حیرت پیدا کرنے کی قوّت، وہ صفت جس سے لوگ تعجب یا فکر میں پڑ جائیں
حقارت	:	عزّت کی نگاہ سے نہ دیکھنا
امور	:	امر کی جمع ،یعنی کام، باتیں

ہدیہ	:	تحفہ
جفاکش	:	محنتی
ہنوز	:	اب تک
بادِسحر	:	صبح کی ہوا
نقیب	:	اعلان کرنے والا
نمودار	:	ظاہر،نمایاں
سماں	:	منظر
افسردہ	:	اداس
فیّاضی	:	دریادلی،سخاوت
بشّاش	:	خوش
شعاعیں	:	کرنیں
منتشر	:	پھیلا ہوا،بکھرا ہوا
وحشت	:	گھبراہٹ، دیوانگی
استعداد	:	اہلیت،لیاقت
رزق رسانی	:	روزی پہنچانا
اُفق	:	وہ جگہ جہاں زمین وآسمان ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں
وضع	:	شکل، بناوٹ
ماندہ	:	تھکا ہوا
میکش	:	شرابی
چابکدست	:	مشّاق، ہنرمند
صنّاعی	:	کاریگری

© NCERT not to be republished

بسیط	:	پھیلا ہوا
مروّج	:	رائج، جس کا چلن ہو
آفاتِ سماوی	:	آسمانی بلائیں
بقا	:	باقی رہنا
رزّاقِ مُطلق	:	خدا، جسے رزق دینے کا پورا اختیار ہے۔
ضیافت	:	دعوت

غور کرنے کی بات

- شہری زندگی کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی ماحولیاتی آلودگی سے پاک ہوتی ہے۔لوگ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوکر فطری ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
- دیہات کے ماحول میں فطرت اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔
- سادگی، جفاکشی، انسانی ہمدردی، آپسی بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ دیہی زندگی کی اہم خصوصیات ہیں۔
- کسان دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لیے سخت محنت ومشقت کرتے ہیں۔ ملک کی ترقی میں اُن کا اہم کردار ہوتا ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے

1. دیہات کے رہنے والے زندگی کا کیا لطف اٹھاتے ہیں؟
2. شہر کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی کس طرح مختلف ہوتی ہے؟
3. دیہی زندگی کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جن سے قوموں اور ملکوں کی ترقّی وابستہ ہے؟
4. اس سبق میں مصنف نے کسان کی زندگی کے کن پہلوؤں پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے؟

© NCERT not to be republished

عملی کام

- اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- آپ نے کوئی گاؤں ضرور دیکھا ہوگا۔ اس پر ایک مضمون لکھیے۔
- ذیل کے الفاظ میں جمع کی واحد اور واحد کی جمع بنائیے:

منزل ، امور، تحفہ، جذبات، شاعر، امیر، کتاب، خادم ، آفت، اسباق ،اسباب، اغراض،غریب

- درج ذیل اقتباس کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے:

”گاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قابل ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔ ان کی کفایت شعاری کی زندگی کس صفائی او راطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسہ کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکّہ بھی ان میں بہت کم مروّج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رزّاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے۔ اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافتوں ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔“

© NCERT not to be republished